مدیر اعلیٰ کے قلم سے

لندن کی ایک مسیحی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال

جشن یسوع JESUS FESTIVAL

۲۶ جولائی ۱۹۹۴ء کی بات ہے' ورلڈ اسلامک فورم کے ایک وفد کو کچھ عرب دوستوں سے ملنا تھا۔ ملاقات کی جگہ لندن میں چیرنگ کراس ریلوے اسٹیشن کے ساتھ اسی نام کے ہوٹل کے گیٹ پر طے تھی اور وفد میں راقم الحروف کے علاوہ مولانا محمد عیسیٰ منصوری اور مولانا مفتی برکت اللہ شامل تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ عرب دوستوں کو پروگرام کے دن کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی اور فون کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ملاقات کے لیے تشریف نہیں لا سکیں گے۔ ہم تینوں کو باہمی گفتگو کے لیے مناسب جگہ کی تلاش ہوئی۔ وہیں لندن کی شہرہ آفاق نیشنل آرٹ گیلری ہے اور اس کے سامنے ایک کھلا میدان ہے جو ہر وقت سیرگاہ بنا رہتا ہے اور ویک اینڈ کو یعنی ہفتہ اور اتوار کے دن چھٹی کی وجہ سے بہت رش ہوتا ہے۔ اس میدان میں پانی کا ایک بڑا تالاب ہے اور اردگرد لوگوں کے بیٹھنے کے لیے بنچ بنائے گئے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ وہیں کسی بنچ پر بیٹھ کر باہمی گفتگو کر لیں گے اور پھر اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ وہاں پہنچے تو میلے کا سماں تھا۔ ایک طرف سٹیج بنا ہوا تھا جس پر ایک گروپ موسیقی کے آلات سنبھالے گانے بجانے میں مصروف تھا اور چاروں طرف مردوں اور خواتین کا ایک ہجوم تھا جو "آواز" کے زیر و بم کے ساتھ تھرکنے میں مگن تھا۔ ایک طرف کبوتروں کی ایک بڑی تعداد زمین پر دانہ چگنے میں محو تھی اور عورتیں اور بچے اپنے ہاتھوں میں ان کے لیے دانہ لیے ادھر ادھر پھر رہے تھے اور ان کے

اردگرد سینکڑوں کی تعداد میں کبوتر منڈلا رہے تھے۔ یہ کبوتر روزانہ اس جگہ لوگوں کے انتظار میں ہوتے ہیں اور لوگ ایک تفریحی مشغلہ کے طور پر جمع ہو کر انہیں دانہ ڈالتے رہتے ہیں۔ خیر ہم اس سارے منظر پر سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے ایک بنچ پر بیٹھ کر اپنی گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ دوران گفتگو ایک دو بار میری نظر بعض نوجوانوں کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی صلیب پر پڑی' حسب عادت چونکا کہ صلیب کا اس میلے کے ساتھ کیا جوڑ ہو سکتا ہے' غور سے دیکھا تو اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں صلیب نظر آئی' بلکہ ایک دو بڑی سلیس نمایاں طور پر نصب تھیں اور بیشتر لوگوں کے کپڑوں اور جسموں پر اور چہروں پر مختلف رنگوں سے صلیب کے نشان بنے ہوئے تھے۔ زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے میں سٹیج پر ہونے والی گفتگو اور گانوں کا مفہوم سننے کے باوجود سمجھ نہیں رہا تھا۔ اس لیے مولانا مفتی برکت اللہ صاحب کو اس طرف متوجہ کیا کہ اس میلے کے بارے میں مجھے بتائیں کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ مفتی صاحب نے سٹیج کی طرف غور سے دیکھا' چند لمحات سٹیج پر ہونے والی گفتگو اور گانے کو سنا اور فرمایا کہ یہ تو ان کی مذہبی تقریب ہے اور سب مذہبی جوش و جذبہ کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہیں۔ تقریب کی کیفیت یہ تھی کہ سٹیج پر ایک گروپ آلات موسیقی سنبھالے ہوئے تھا' یہ لوگ کبھی گانے لگتے' کبھی ان میں سے کوئی شخص تقریر کے انداز میں گفتگو کرنے لگتا' لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا تھا' اس لیے آواز کافی فاصلہ پر بھی سنائی دے رہی تھی' گانے کے چند بول جو ہماری سمجھ میں آئے اس قسم کے تھے "یسوع! ہم یہاں ہیں' اے یسوع! ہم تم سے محبت کرتے ہیں' ہمیں یسوع کی ضرورت ہے" اسی طرح مختلف بینر بھی میدان میں لگے ہوئے تھے جن پر اسی قسم کے سلوگن درج تھے۔ ایک پر لکھا تھا "یسوع کا پیغام محبت کا پیغام ہے۔" ایک گول اسٹیکر جو اکثر لوگوں نے کپڑوں اور چہروں پر چپکا رکھا تھا اور مختلف کارکن جگہ جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کو یہ اسٹیکر لگا رہے تھے' اس کا مضمون یہ تھا:

"THE UK NEEDS JESUS" (یعنی برطانیہ کو یسوع کی ضرورت ہے)

بعض اوقات سٹیج پر گائے جانے والے گانے کی دھن کے ساتھ تقریب کے اکثر شرکا ناچنے لگ جاتے اور کچھ لوگوں کو باقاعدہ اس طرح کا "حال" پڑتا نظر آرہا تھا جیسے ہمارے

ہاں قوالی کے موقع پر ہوتا ہے۔ مفتی برکت اللہ ازراہ تفنن کہنے لگے کہ یہ کچھ صوفی قسم کے عیسائی لگتے ہیں۔ میں نے بھی اسی وزن پر گرہ لگادی کہ صوفی بھی چشتی طرز کے نظر آتے ہیں (صوفیائے کرام سے دلی معذرت کے ساتھ)۔ سٹیج کے ایک طرف دو منزلہ بس کھڑی نظر آئی جس کی پیشانی پر مستقل طور پر لکھا تھا: THE MODERN JESUS ARMY (جدید مسیحی فوج) یہ بس اسی آرمی کی تھی' اس کے ساتھ مسیحی فوج کا ایک ٹرک اور ایک ویگن بھی کھڑی تھی۔ اسی دوران سٹیج سے اعلان ہوا کہ یہ تقریب شام کو ایک اور میدان میں ہو رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ ایک متحرک مذہبی میلا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ایک طرف کچھ لڑکیاں مختلف رنگ برتنوں میں گھولے بیٹھی تھیں اور لوگ اس رنگ سے اپنے کپڑوں' بازوؤں اور چہروں پر صلیب کے نشان بنوا رہے تھے' بعض لڑکیوں نے اپنے بال رنگے ہوئے تھے' بعض نوجوانوں کی پشت پر پورے پنجے کے نشان بھی تھے' ایک بچہ اپنے دونوں ہاتھ رنگ کر باپ کے کپڑوں پر ثبت کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر باپ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ خیر اسی گہما گہمی میں مولانا محمد عیسیٰ منصوری تو گفتگو سے فارغ ہو کر جلدی چلے گئے مگر راقم الحروف اور مولانا مفتی برکت اللہ نے اس مذہبی میلہ کے گرد ایک چکر لگانا مناسب سمجھا' سٹیج کے قریب گئے تو ایک نیا منظر دیکھا۔ سٹیج پر کھڑا گروپ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے بلند آہنگ نوحہ کے انداز میں پکار رہا تھا: "اے یسوع! ہم یہاں ہیں" نوحے کا انداز دیکھ کر اپنے ہاں کے شیعہ ذاکروں کا منظر نگاہوں کے سامنے گھوم گیا' آگے بڑھے تو ایک چھوٹا سا سٹال نظر آیا جس پر پمفلٹ اور کتابچے فروخت ہو رہے تھے' ایک آدھ دو ورقہ جس پر اس قسم کی تقریبات کا پروگرام درج تھا' مفت بھی تقسیم ہو رہا تھا۔ ایک طرف ایک بھاری بھرکم ملنگ دو چار حواریوں کے گھیرے میں مست بیٹھا تھا' اسے دیکھ کر اپنے محترم اور کرم فرما بزرگ جہلم کے حاجی عبدالخالق یاد آگئے۔ میں نے مفتی برکت اللہ صاحب کو آمادہ کیا کہ ان سے ہلکا پھلکا انٹرویو کرلیا جائے۔ قریب گئے تو ان کا ایک ساتھی آگے بڑھا' اس سے پوچھا کہ یہ تقریب کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ ہماری مذہبی تقریب ہے جو ہم سال میں دو دفعہ کرتے ہیں اور یہ تقریبات بھی ہماری تبلیغ کا حصہ ہیں' ہمارے سوال پر انہوں نے بتایا کہ وہ عملی

اور اجتماعی زندگی سے مذہب کی لاتعلقی پر خوش نہیں ہیں اور مذہب کو دوبارہ عملی زندگی میں لانے کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر مسیحیوں کے مذہبی میلے میں گھوم کر ہم نے واپسی کا فیصلہ کیا اور ٹیوب اسٹیشن کے گیٹ پر جدا ہونے لگے تو ایک خوبرو نوجوان لڑکی نے' جو یورپی لباس میں ملبوس تھی' یعنی نصف رانوں تک قمیص پہن رکھی تھی اور سر اور ٹانگوں سے بے لباس تھی' ہمارے قریب آکر "السلام علیکم" کہا۔ وہ میری طرف متوجہ تھی مگر میرے لیے زبان کا مسئلہ گفتگو میں رکاوٹ تھا۔ مفتی صاحب اس سے ہم کلام ہوئے' اس لڑکی نے بتایا کہ وہ بوسنیا کی ہے اور پناہ گزین ہے۔ مفتی صاحب اسے سلام کہہ کر آگے بڑھ گئے اور بتایا کہ یہاں "خانہ بدوشوں" کی ایک مستقل قوم ہے' جنہیں "جپسی" کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے بوسنیا کے حالات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں بھیک مانگنے کا اچھا خاصا ڈھونگ رچایا ہوا ہے اور یہ لڑکی بھی آپ سے کچھ مانگنے والی تھی۔ ان لوگوں نے بوسنیا کے مظلومین کے نام پر اس قدر بھیک مانگی ہے کہ خود بوسنیا کے پناہ گزینوں کو اس پر احتجاج کرنا پڑا اور انہوں نے خاصی محنت کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی کہ یہ بھیک مانگنے والے لوگ بوسنیا کے نہیں ہیں۔

> یہ گھروندے جو تم نے بنا رکھے ہیں اور انہیں تم فلک الافلاک سے بلند سمجھتے ہو' یہ گھروندے زمانہ کے ہاتھ سے اب بچ نہیں سکتے۔ تمہارا تمدن' تمہارا سماج' تمہارے افکار' تمہاری سیاست اور تمہاری معاشرت سب کھوکھلی ہو چکی ہے۔ تم اسے اسلامی تمدن کہتے ہو' لیکن اس تمدن میں اسلام کا کہیں شائبہ بھی نہیں۔ تم مذہب کا نام لیتے ہو' لیکن یہ مذہب تمہاری ہٹ دھرمی کا نام ہے۔ مسلمان بنتے ہو تو اسلام کو سمجھو۔ یہ اسلام جسے تم اسلام کہتے ہو' یہ تو کفر سے بھی بدتر ہے۔ تمہارے امیر جاہ پرست ہیں۔ حکمران شہوات میں پڑے ہیں اور غریب طبقے توہمات کا شکار ہو رہے ہیں۔ بدلو' ورنہ زمانہ تمہارا نشان تک بھی نہ چھوڑے گا۔ سنبھلو ورنہ مٹا دیے جاؤ گے۔
>
> (مولانا عبید اللہ سندھیؒ از پروفیسر محمد سرور مرحوم ص ۳۷)